روس میں مسلمانوں کی حالتِ زار

[ذیل میں وہ میمورنڈم نقل کیا جارہا ہے جو رابطہ عالم اسلامی اور مؤتمر اسلامی فلسطین کی طرف سے روس کے مسلمانوں کے بارے میں اقوامِ متحدہ کے سکرٹری جنرل کو پیش کیا گیا ہے۔ رابطہ عالم اسلامی نے اپنی حالیہ میٹنگ میں اس میمورنڈم کو دنیا کی مختلف زبانوں میں وسیع پیمانے پر پھیلانے کا فیصلہ کیا ہے۔ نیز رابطہ کے مرکز میں مسلمان اقلیات کے لیے ایک مخصوص شعبہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے جو روسی مسلمانوں اور دیگر مسلم اقلیتوں کے مسائل کو باقاعدہ طور پر دنیا کے سامنے پیش کرے گا۔ اس میمورنڈم کو مرتب کرنے والے ڈاکٹر سعید رمضان ہیں جو رابطہ عالم اسلامی کی مجلسِ تاسیسی کے رکن اور رابطہ کے گشتی سفیر ہیں۔ امید ہے کہ پاکستان کا پریس بھی روس کے مظلوم مسلمانوں کے مسئلہ کی پوری پوری حمایت کرے گا۔ ادارہ]

مملکتِ روس میں کم و بیش پانچ کروڑ مسلمان آباد تھے ۱۹۵۹ء کی سرکاری مردم شماری کے مطابق یہ تعداد گھٹ کر ڈھائی کروڑ رہ گئی۔ نسلی اعتبار سے یہ لوگ اکثر و بیشتر کاکیشیائی اور ایرانی الاصل ہیں۔ ان کی زبان ترکی ہے۔ اس طرح ان کے اور روس کی سلافی قوم کے مابین روابط نہ ہونے کے برابر ہیں۔ جغرافیائی اعتبار سے یہ لوگ مغربی اور مشرقی ترکستان، قفقازہ، کریمیا، اورال اور آذربائیجان میں رہتے ہیں۔ روحانی اور تہذیبی اعتبار سے اور اپنے رسوم و رواج کے معاملے میں یہ لوگ نویں صدی عیسوی سے لے کر آج تک اسلام کے پیروکار ہیں۔

یہ وسیع و عریض علاقے پچھلی چار صدیوں میں مسلسل روسی افواج کی ترکتازیوں کا شکار ہوتے رہے ہیں اور روسی مقبوضات میں شامل کیے جاتے رہے ہیں۔ زار کے عہد میں بھی یہ مسلمان اگرچہ زارشاہی قوانین کے تابع تھے تاہم انہوں نے اس زمانہ میں کسی نہ کسی حد تک اپنی وطنی اور تہذیبی آزادی کی حفاظت کی لیکن ۱۹۱۷ء اپنے ساتھ اکتوبر کا انقلاب لایا جس کے جلو میں اشتراکی فتنہ

نمودار ہوا اور ایک ایسی قوت وجود میں آگئی جو اسلام کی کلیۃً مخالف ہے۔ وہ نہ اسلامی اسلوبِ حیات کو برداشت کر سکتی ہے اور نہ ان اصولوں کو جنہیں اسلام پیش کرتا ہے۔ اشتراکیت نہ صرف یہ کہ تمام مذاہب کی بیخ کنی کرنا چاہتی ہے بلکہ اس کا مطمح نظر تو یہ ہے کہ روس کے مقبوضہ علاقوں میں سے مذہب کے ہر شائبے کا قلع قمع کر دے۔

مارکس وجودِ باری کا منکر تھا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ مذہب ایک تغیر پذیر نظریہ ہے جو ایک مختصر سے وقت میں چل سکتا ہے۔ لینن مُصر تھا کہ مذہب قوموں کے لیے افیون کا حکم رکھتا ہے۔ یہ ایک قسم کی نشہ آور روحانی شراب ہے جس میں سرمایہ دارانہ نظام کے پرستاروں نے اپنی فطرت کو پوری طرح غرق کر دیا ہے۔ وہ یہاں تک کہتا ہے کہ "ہمیں مذہب کے خلاف جنگ کرنی چاہیے۔ یہی تمامتر مادیت کی پہلی سیڑھی ہے جہاں سے نتیجے کے طور پر مارکسزم کا آغاز ہوگا ۔۔۔۔ مذہب کے خلاف جدوجہد کو لازماً طبقاتی تحریک کے ساتھ مربوط ہونا چاہیے تاکہ مذہب کی سماجی جڑوں کو بالکل کھوکھلا کر دیا جاتے۔"

چنانچہ حال ہی میں یعنی ۱۹۵۰ء میں جاکوونکو نے پراودا میں بڑے زور شور سے یہ بات لکھی کہ "دنیا میں مارکسزم اور لینن ازم ہی واحد سائنٹیفک نظریہ حیات ہے۔ باقی رہے مذہبی معتقدات تو وہ نہ صرف ناموزوں ہیں بلکہ ناقابلِ مصالحت بھی ہیں۔ وہ لوگ جو مذہب میں اعتقاد رکھتے ہیں کبھی کمیونزم کے سرگرم علمبردار اور روشن خیال معمار نہیں بن سکتے کیونکہ مذہب ان کی راہ میں حائل ہے۔ لہٰذا اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ مذہبی تعصبات کے خلاف پوری قوت کے ساتھ جنگ جاری رکھی جاتے۔"

لیکن اسلام، مذہب کے مروجہ اصطلاحی تصور کی رُو سے مذہب نہیں ہے۔ بلکہ ایک جامع اسلوبِ حیات ہے۔ روحانی اعتبار سے بھی اور مادی اعتبار سے بھی۔ یہ فرد کے ضمیر اور معاشرے کے مجموعی طرزِ عمل دونوں سے بیک وقت تعلق رکھتا ہے۔ یہ انسانی زندگی کے ہر دائرے میں سماجی حقوق و فرائض سے بحث کرتا ہے، چاہے معاشیات ہو یا سیاسیات یا بین الاقوامی تعلقات

اسلام کی اصطلاح یہ تمام تصورات اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے۔ ایک مسلمان ایک ہی ضابطہ کے تحت مسجد میں نماز ادا کرتا ہے، منڈی میں اشیاء فروخت کرتا ہے، عدالت میں مقدمات کے فیصلے کرتا ہے، ریاست کا نظم ونسق ... چلاتا ہے، دوسرے ملکوں کے ساتھ معاہدات کرتا ہے اور جنگ میں حق اور انصاف کی خاطر لڑتا ہے۔ یہ ایک ایسا ضابطہ شریعت ہے جو ایک طرف مذہبی عقائد کا مجموعہ ہے تو دوسری طرف ایک نظامِ حیات۔

اسلام خدا اور انسانی ضمیر کے درمیان ایک رابطہ فراہم کرتا ہے اور یہی رابطہ اس نظام کی اساس ہے۔ پروفیسر ولفریڈ کانٹول سمتھ اپنی کتاب "اسلام تاریخِ جدید میں" میں لکھتے ہیں کہ مسلم معاشرے کی شیرازہ بندی کا انحصار دوسرے معاشروں کی طرح محض مشترک وفاداریوں، روایات اور معتقدات و اقدار کے ایک محتاط نظام پر نہیں ہے۔ نہ یہ نتیجہ ہے کسی شاندار نصب العین کا۔ بلکہ یہ ایک نہایت ہی گہرے، مستحکم اور جاندار شخصی عقیدے کا رہینِ منت ہے۔ یہ ایک ایسا مذہبی عقیدہ ہے جو اپنے دامن میں گرمیٔ حیات بھی رکھتا ہے اور افرادِ معاشرہ کے لیے قابلِ فہم اور قابلِ عمل بھی ہے جس طرح کسی شخص کے کمیونسٹ ہونے میں از خود یہ بات مضمر ہے کہ وہ کمیونسٹ پارٹی کا رکن بھی ہوگا اسی طرح ایک مسلمان کا مذہبی عقیدہ اجتماعی تعاون کو مستلزم ہے۔ یہی مصمم عقیدہ اور جاندار سماجی تعاون اُن عناصر کے مقابلے میں ایک ... مضبوط حصار قائم کر دیتا ہے جو مسلمانوں کو ان کے جادۂ حیات سے منحرف کرنے کے درپے رہتے ہیں

مزید برآں اسلام روس کی مسلمان ریاستوں کے مکمل سوویٹائزیشن (SOVIETIZATION) کی راہ میں ایک سنگِ گراں کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ سماجی تعاون کا یہ تصور روسی حکومت کی نظر میں، نظریۂ قومیت سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔ اور یہ تصور مسلم ریاستوں کے باشندوں کو ایک مشترک طرزِ حیات کے بندھن میں باندھے رکھتا ہے۔ مارکس کے پیروکار اس بندھن کو شک اور بے اعتمادی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ سوویٹ اکادمی آف سائنس کے نزدیک "مذہب اور قومیت کا یہ اجتماع کوئی اتفاقی امر نہیں ہے، بلکہ اسے قوم پرستی ہی کا ایک اہم مظاہرہ سمجھنا چاہیے جو مذہب کے

نقاب میں چھپا ہوا ہے"۔

انہی معتقدات کی بیخ کنی کی کوشش کے نتیجہ میں روسی مسلمان جور و جبر کی ایک خاص مہم کا ہدف بن گئے ہیں۔ اس مہم میں اسلام کے خلاف گوناگوں اور کارگر حربے استعمال کیے جا رہے ہیں۔ لینن نے حکم دیا کہ عوام کے سامنے دہریت کے پرچار کے لیے زیادہ سے زیادہ مختلف النوع مواد پیش کیا جاتے۔ ان کو زندگی کے مختلف شعبوں کے حقائق سے زیادہ سے زیادہ روشناس کرایا جاتے۔ ہر ممکن طریقے سے انہیں اپنی طرف راغب کرنے اور مذہبی نشے سے آزاد کرنے کی کوشش کی جاتے۔ اور ہر پہلو سے ان کو بیدار کرنے کے لیے نو بہ نو طریقے اختیار کیے جائیں۔

۱۹۳۰ء اور ۱۹۴۰ء کے درمیانی عرصے میں مسلمان اہلِ علم و دانش کی عام جلاوطنی نے مسلم ریاستوں میں قیادت و رہنمائی کو ضعف پہنچایا۔ اس کے بعد دوسری جنگِ عظیم کے خاتمہ کے قریب ایک اور جلاوطنی عمل میں آئی۔ اس مرتبہ تمام کریمیائی ترک اپنے وطنوں سے غائب کر دیئے گئے۔ ہزاروں کی تعداد میں کاکیشیائی اور کریمیائی مسلمانوں کا استیصال کر دیا گیا۔ اور دوسری طرف ہزارہا اشتراکی العقیدہ سلافی روسیوں کو مسلمان علاقوں میں دباؤ ڈالنے کے پروگرام کے تحت بھر دیا گیا تاکہ مسلمان قوم کی مرکزیت کو تحلیل کیا جا سکے۔ مسلمان پہلے ہی اپنے اہلِ علم و دانش سے محروم ہو چکے تھے لہٰذا اس بھرمار کے اثرات ان پر بہت گہرے پڑے۔

مملکتِ روس کے مسلم علاقے چار مذہبی انتظامی حلقوں میں منقسم ہیں جن میں سے ہر ایک کا سربراہ ایک مفتی ہوتا ہے۔ یہ حلقے داخلی اور خارجی پروپیگنڈے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ یہ مفتی اور واعظ کمیونسٹوں کے زیرِ نگرانی مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات اور روایات کی صریح خلاف ورزی پر مجبور کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ۱۱ مئی ۱۹۵۶ء کو رمضان کے مہینے میں ماسکو کی مسجد کے امام نے مسلمانوں کو ہدایت کی کہ وہ روزہ نہ رکھیں کیونکہ روزے کی فرضیت قرآن میں موجود نہیں ہے۔ اسی طرح اسٹالن کی موت کے موقع پر تاشقند کے مفتی بابا خان نے جو تار ارسال کیا تھا وہ بھی روسی مفتیوں کو اشتراکی مفادات کے لیے آلۂ کار بنانے کی ایک واضح مثال ہے۔ مفتی صاحب کے تار کے الفاظ یہ تھے

وسطی ایشیا اور قازقستان کے مذہبی انتظامی حلقے کے صدر، مسلمان اور میں ذاتی طور پر، دنیا کے روشن دماغ فائدار و مبلغ، اپنے محبوب باپ جے۔وی۔ اسٹالن کی موت پر اور اس نقصان پر جو ہمارے ملک کے عوام کو پہنچا ہے آپ کے صدمہ میں برابر کے شریک ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی روسی حکومت ان مذہبی انتظامی حلقوں کو بیرونی دنیا میں یہ تاثر پیدا کرنے کے لیے بھی استعمال کرتی ہے کہ اسلام پوری طرح آزاد ہے اور مسلمانوں کو اپنے طریقے کے مطابق زندگی بسر کرنے کی پوری آزادی ہے۔ ماسکو ریڈیو سے مفتیوں کی تقریریں اور نمازیں نشر کی جاتی ہیں۔ یہ روسی مفتی دوسرے مسلمان ملکوں سے آنے والی ممتاز شخصیتوں کا استقبال کرتے ہیں، انہیں مسجدیں دکھاتے ہیں اور نمازوں کے موقعوں پر انہیں لے جاتے ہیں۔ حاجیوں کو مکہ جانے کی اجازت ہے مگر یہ حاجی بڑی احتیاط کے ساتھ چنے جاتے ہیں۔ اور ان کے ویزا صرف اسٹیٹ سیکیورٹی اتھارٹی جاری کرتی ہے۔ زاروں کے زمانہ میں جن حاجیوں کی تعداد ہر سال ہزاروں تک پہنچتی تھی انہیں حاجیوں کی تعداد اب کل بیس ہے۔

انقلاب کے بعد کے برسوں میں مسجدوں کا ایک بہت بڑا حصہ اور عربی مدارس تمام کے تمام بند کر دیئے گئے۔ تاہم بیرونی پروپیگنڈے کی خاطر چند مساجد کھول دی گئیں۔ اور جہاں تک معلوم ہو سکا ہے اس وقت صرف دو عربی مدرسے موجود ہیں: ایک تاشقند میں اور دوسرا بخارا میں۔

جب روسی حکومت نے سیاسی آزاد خیالی کے دعوے کے ساتھ ابتداءً مذہب کے ساتھ عام تعرض شروع کیا تو مذہبی عقیدے اور عمل کی آزادی بتدریج ختم کر دی گئی۔ اسلام اور علماء پر جبر و اکراہ کا آغاز ۱۹۲۸ء میں ہوا اور پھر ۱۹۲۹ء اور ۱۹۳۴ء میں اشتمالیت کی ابتداء کے ساتھ ایک باقاعدہ مہم کی صورت میں اس جبر و اکراہ میں شدت پیدا کی گئی۔ اور یہ مہم درجہ بدرجہ آگے بڑھتی رہی۔

سب سے پہلے مذہب کے تمام اشاعتی ادارے ضبط کر لیے گئے اور مذہبی لٹریچر کی اشاعت انقلاب دشمن قرار دے کر ممنوع کر دی گئی۔ دینی کارکنوں پر "کاہل" ہونے کا ٹھپہ لگا دیا گیا اور

روسی قانون کے تحت ووٹ کے حق سے محروم کر دیا گیا۔ اس کے بعد عربی رسم الخط کی باری آئی اور اس کی جگہ پہلے لاطینی رسم الخط رائج کیا گیا اور بعد ازاں سریلی۔ آخر کار معاشی قوانین نافذ کیے گئے۔ ان قوانین میں بھاری ٹیکس اور اشیاء کی سرکاری خریداری کے کوٹے شامل تھے۔ یہ کوٹے اتنے زیادہ تھے کہ ان کا پورا کرنا ناممکن تھا۔ نادہندگی کی صورت میں سوویٹ کریمنل کوڈ کی دفعہ ۱۰۷ کے تحت سزا دی جاتی اور جلاوطن کیا جاتا تھا۔

دوسرا قدم یہ اٹھایا گیا کہ خفیہ پولیس کے ذریعہ سے علماء پر دباؤ ڈالا گیا کہ وہ ایک تیار شدہ بیان پر دستخط کریں جس میں اسلامی عقائد سے دستبرداری کا اعلان تھا، تاکہ عوام کے لیے ایک مثال قائم ہو جائے۔ جب علماء کی اکثریت نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تو غیر معمولی کارروائیاں عمل میں لائی گئیں اور علما اور ائمہ مساجد کو دور دراز علاقوں میں جلاوطن کر دیا گیا۔

۱۹۱۸ء اور ۱۹۴۲ء کے درمیان بے شمار مدارس اور مساجد علماء اور اساتذہ کی جلاوطنیوں کے نتیجہ میں بے آباد اور ویران ہو گئے۔ حکومت نے انہیں ضبط کر لیا اور پھر یا تو ان کو سرکاری استعمال میں لے لیا گیا اور یا ڈھا دیا گیا۔

اب جو مسلمان بچے روسی اسکولوں میں پڑھ رہے ہیں ان کے ذہن میں ہر موقع پر اسلام کے خلاف زہر بھرا جاتا ہے۔ اور بچوں کے ذریعہ سے یہ زہر مسلمان گھرانوں میں نفوذ کرتا جا رہا ہے۔

مسلمانوں کے عقائد کی بیخ کنی کے لیے منظم اور سائنٹفک پروپگنڈے کا فریب کارانہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ اس مقصد کے لیے بہت سے دہریت آفریں ادارے قائم کیے گئے ہیں جن میں باقاعدہ طور پر پروپگنڈا کی تعلیم و تربیت دی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر ترکمان کے صدر مقام عشق آباد میں سائنٹفک دہریت کی یونیورسٹی (UNIVERSITY OF SCIENTIFIC ATHEISM) قائم کی گئی۔ دہریت کی علاقائی مجالسِ مذاکرہ (REGIONAL ATHIEST SEMINARS) قائم کی گئیں جنہوں نے ۱۹۵۹ء کے ابتدائی تین مہینوں میں دہریت کے دو سو اٹھارہ مبلغین کو تعلیم و تربیت دی۔ ترکمان اسٹیٹ یونیورسٹی کے ساتھ سائنٹفک دہریت کا ایک سیکشن قائم کیا گیا۔ مسلمان ریاستوں

کے طول و عرض میں دہریت کے مبلغین کو تربیت دینے کے لیئے مجالس مذاکرہ اور ریفریشر کورس منعقد کیے جاتے ہیں۔ اور یہ مبلغین مذہب کے خلاف بالعموم اور اسلام کے خلاف بالخصوص پروپگنڈے کی ایک منظم مہم چلاتے ہیں۔

سیاسی اور علمی معلومات کے فروغ کی خاطر جا بجا روس میں مذہب دشمن ادارے قائم کیے گئے ہیں اور اس مقصد کے لیے وہ عمارات منتخب کی گئی ہیں جو کبھی مساجد تھیں۔ ان اداروں میں تقاریر اور مجالسِ مباحثہ کا بندوبست کیا گیا ہے۔ طریقۂ کار یہ ہے کہ پروپگنڈا کے ماہرین مذہبی خیالات رکھنے والے اشخاص سے فرداً فرداً گفتگو کرتے ہیں۔ یہ طریقہ اس لحاظ سے بہت کامیاب ثابت ہوا ہے کہ اگر شخص مذکور دہریت کو قبول نہ کرے تو علاقہ کی کمیونسٹ پارٹی کے رکن کی خاص توجہات اس شخص کے حق میں ناخوشگوار نتائج پیدا کرتی ہیں۔

۱۹۶۱ء میں موقع پر جو معلومات فراہم کی گئیں ان کی رُو سے سوویٹ یونین میں مسلمانوں اور اسلام پر متعدد پابندیاں لگائی گئی ہیں۔ روس میں اس وقت ایک بھی پرائمری اسکول ایسا نہیں ہے جس میں مسلمان بچوں کو ان کے مذہب کے اصول پڑھائے جاتے ہوں۔ روسی مسلمان کوئی مذہبی کتاب چھاپنے کے مجاز نہیں ہیں۔ نہ وہ کوئی ایسی کتابیں چھاپ سکتے ہیں جس میں مسلمانوں کی تاریخ، تہذیب اور روایات کا ذکر کیا گیا ہو۔ روس میں کوئی ایسی مسجد یا مذہبی ادارہ نہیں ہے جو حکومت کی نگرانی سے آزاد ہو۔ روسی مسلمان کسی مسجد کی وقف جائداد کی آمدنی کو مذہبی تعلیم یا مسجد کے اخراجات پر صرف کرنے کا حق نہیں رکھتے۔ روس میں اسلامی علوم کی نہ تعلیم دی جاتی ہے نہ تعلیم دینے والے موجود ہیں۔

یہ اور اس قسم کے بے شمار دوسرے حربے ہیں جنہیں کمیونسٹ پارٹی کے دہریے سرزمین روس سے مذہب کی بیخ کنی کرنے کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ اخبارات، ریڈیو اور کتابوں کے ذریعے ایک لامتناہی سلسلہ مذہب کے خلاف تمسخر و استہزاء اور ترغیب و ترہیب کا جاری ہے۔ یہ لاچار و مجبور مسلمان خود اپنے ہی ملک میں ایک ایسی بیرونی طاقت کی قہرمانی کے زیر سایہ جی رہے ہیں

جو نہ صرف یہ کہ انہیں ان اصولوں اور طور طریقوں کے مطابق زندگی بسر کرنے کی آزادی نہیں دیتی جو پچھلے ایک ہزار برس سے ان کا سرمایۂ حیات ہیں بلکہ وہ ان کے مذہب، تہذیب اور روایات ہر چیز کو تباہ و برباد کر دینے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہے۔

ہم دنیا کے تمام آزاد لوگوں سے خواہ وہ کسی مذہب اور عقیدے سے کیوں نہ تعلق رکھتے ہوں، اپیل کرتے ہیں کہ وہ آہنی پردے کے پیچھے ظلم و تعدی کی چکی میں پستی ہوئی اس اقلیت کی حمایت میں ہمارے ساتھ شریک ہوں اور اجتماعی ذمہ داری کا اعلان کریں۔

مسٹر خروشیف کوئی موقع نہیں جانے دیتے جب کہ وہ عوام کے حق خود ارادیت کی زور شور سے حمایت نہ فرماتے ہوں۔ انہوں نے اپنے ایک بیان میں یہاں تک کہا ہے کہ اگر روس کی مسلمان جمہوریتیں چاہیں تو وہ یونائٹڈ سوویٹ سوشلسٹ ری پبلک سے علیحدہ ہو سکتی ہیں۔ براہِ کرم اقوامِ متحدہ کی نگرانی میں آزادانہ استصواب کروا کر مسلمان جمہوریتوں کے عوام کی یہ خواہش معلوم کر لی جائے اور اگر ان کے باشندے علیحدہ ہونا چاہیں تو پھر مسٹر خروشیف کو اپنے دعووں کو عملی جامہ پہنانے سے گریز نہ کرنا چاہیے۔

ترجمہ: عمر فاروق

ضروری اعلان

خریدار حضرات خط و کتابت کرتے وقت اپنے نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں جو کہ ان کے پتہ کی چٹ پر درج ہوتا ہے۔ ورنہ عدمِ تعمیل کی شکایت کا دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔

مینجر ترجمان القرآن